فتنہ کاذکر

عن الزبیر بن عدی قال "اتینا انس بن مالک رضی الله عنه فشکونا الیه مانلقی من الحجاج فقال "اصبروافانه لایاتی زمان الاوالذی بعده شرمنه حتی تلقواربکم". سمعته من نبیکم صلی الله علیه وسلم (رواه البخاری 22/13) حضرت زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آکر حجاج کے مظالم کا شکوہ کیا۔ حضرت انس نے کہا "صبر سے کام لو' اس لئے کہ جو وقت آرہا ہے اس سے پیچھے آنے والا وقت پہلے سے زیادہ خراب ہوگا' یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے" میں نے یہ بات تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور جاہ کی محبت اور ان کے دینی نقصانات کو دو بھوکے بھیڑیوں سے تشبیہ دی ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے (ترمذی کتاب الزهد 43/4 و قال حسن صحیح' سنن الدامی 394/2) دنیااور اس کے مال و متاع کی محبت مہلک بیماری ہے۔ اس کا علاج علم و عمل سے مرکب ہے۔ دل پر حب دنیاو حب جاہ غالب ہو تو ہمیشہ ایسے اقوال و افعال کی طرف توجہ کرتا ہے جن سے لوگوں کے نزدیک اس کی منزلت بڑھے۔ یہ نفاق کا بیج اور فساد کی جڑ ہے۔ کیونکہ جو لوگوں کے دلوں میں منزلت چاہے گا وہ منافقت سے ایسی باتوں کا اظہار کرے گا جو اس میں نہیں ہیں اور یہ چیز اسے عبادت میں ریاکاری اور ممنوعات کے ارتکاب اور دلوں کا شکار کرنے کی طرف لے جائے گی۔ دنیا میں دل کا یہ ہدف کبھی پورا ہو جاتا ہے اور کبھی ناکامی کا سامنا ہوتا ہے لیکن یہ سطحی نصب العین انسان کے ظاہر اور باطن میں بے تحاشا خلا پیدا کرتا ہے' جس کے نتیجے میں انسان اپنی انسانیت کھو بیٹھتا ہے اور اس کا قول و عمل' کردار و اطوار تضادات کا معجون مرکب بن جاتا ہے۔

اس قعر مذلت سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنا معاملہ اپنے پروردگار کے ساتھ صاف رکھے اور اس سلسلے میں کسی مخلوق کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ یہی صراط مستقیم ہے اور یہی جادۂ اسلاف۔ روزافزوں فتنوں سے حفاظت کا یہی واحد نسخہ ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں یہی نسخہ آسان ترین اسلوب میں امت کو سمجھایا گیا ہے۔

درس فقہ

مسافت قصر

ثناء اللہ عبدالرحیم

جب سفر زیادہ ہو تو اس میں قصر کرنے پر علماء کے درمیان اتفاق ہے۔ قصر کرنے کے لئے کم از کم مسافت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں علماء سے تقریباً بیس اقوال منقول ہیں۔ زیادہ معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ فتح الباری ۵۶۶/۲۔

سبب اختلاف دو چیزیں ہیں (۱) قرآن و حدیث سے کوئی صریح دلیل نہیں پائی جاتی جس کے لئے کوئی دوسری معارض دلیل نہ ہو (۲) اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے مختلف اقوال کثرت سے منقول ہیں۔ خلاصہ اقوال مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ پہلا قول: مالکیہ، شافعیہ اور جمہور حنابلہ کے نزدیک قصر کے لئے کم از کم چار برید مسافت ہونی چاہئے۔ ایک برید چار فرسخ ہوتے ہیں اور ایک فرسخ میں تین میل ہاشمی ہوتے ہیں جو کہ اڑتالیس میل بنتا ہے اور یہ مسافت دو مرحلے بنتے ہیں اور دو مرحلہ دو دن پیدل سفر کرنے یا بوجھ بردار اونٹ کے ایک شب و روز سفر کرنے کے برابر ہے۔ ساتھ یہ کہ سفر ایسا ہو جس میں مسافر خوراک، استراحت، نماز وغیرہ کے لئے ٹھہرتا ہو۔ (الشرح الکبیر علی الخلیل ۳۵۸/۱، شرح الزرقانی علی الخلیل ۳۸/۲، مغنی المحتاج ۲۲۶/۱، المجموع ۳۲۳/۴، کشاف القناع ۵۰۴/۱، المغنی ۱۸۸/۲)

۲۔ دوسرا قول: امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ قصر کرنے کے لئے 46 میل مسافت ہونی چاہئے۔ جبکہ آپ سے 40 میل بھی منقول ہے۔ (کتاب الام ۱۶۲/۱، المجموع ۲۲۳/۴، مغنی المحتاج ۱۶۶/۱) لیکن امام شافعیؒ نے اپنے لئے تین دن کی مسافت میں قصر پسند کیا ہے۔ (المصدر السابق) اور مسافت سفر تمام ائمہ کے نزدیک صرف ذھاب یعنی یک طرفہ مسافت مراد ہے۔

۳۔ تیسرا قول: احناف سے جو مشہور قول ہے کم از کم مسافت سفر عام چال سے تین دن، تین رات مقرر کیا ہے اور ابو یوسفؒ نے اسی کو دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ سے اندازہ کیا ہے اور یہ اندازہ احناف کے مشہور قول کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ان کا قاعدہ ہے کہ اکثر کے لئے (کل) کا حکم ہوتا ہے۔

۴۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ سفر کے لئے کوئی خاص مسافت نہیں ہے بلکہ اتنے فاصلہ میں قصر

کیا جائے گا جس پر سفر کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور یہی قول ظاہریہ کا بھی ہے ابن حزمؒ کے علاوہ۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر قصر کرنے کے لئے کوئی خاص حد ہوتی تو (برید) یعنی بارہ میل کے ساتھ اس کی حدبندی زیادہ مناسب ہوتی۔ لیکن راجح بات یہ ہے کہ سفر کسی مسافت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ بسااوقات آدمی برید کی مسافت میں مسافر ہوتا ہے اور کبھی کبھار اس سے زیادہ فاصلہ طے کر دیتا ہے اور مسافر نہیں ہوتا۔ (مجموعۃ الرسائل والمسائل ١٣/٢)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس فاصلہ پر عرف میں سفر کا اطلاق ہو جیسے آدمی زادراہ لے کر صحراء کی طرف چل پڑے۔ (مجموع الفتاوی ١٥/٢٤)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں اس مسافت کی حدبندی نہیں ہے جسمیں روزہ دار خاص مسافت طے کرنے کے بعد افطار کرے۔ (زاد المعاد ١٩٧/١)

امام داؤد ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ جو بھی مسافت سفر کہلاتی ہے اس میں قصر جائز ہے زیادہ ہو یا کم۔ اگرچہ تین میل ہو (المجموع ٣٢٥/٤ الجامع لا حکام القرآن للقرطبی ٢٥٣/٥، المنتقی شرح الموطاء للباجی ٢٦٦/١) اور امام ابن حزمؒ نے ایک میل مقدار کو مناسب بتایا ہے۔

دلائل:۔

مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ نے صحابہ کے افعال سے استدلال کیا ہے جیسے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ۔ یہ دونوں چار برید کی مسافت میں نماز قصر اور افطار کرتے تھے۔ اس سے کم پر قصر وافطار نہیں کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال لا تقصروا الی عرفة وبطن ونخلة واقصروا الی عسفان والطائف وجدة ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم مکہ سے عرفہ، بطن، نخلہ تک کی مسافت میں قصر نہ پڑھو لیکن مکہ سے عسفان، طائف، جدہ وغیرہ جیسی مسافت میں قصر پڑھو (ابن ابی شیبہ ٤٤٥/٢ المصنف، الشافعی کتاب الام ١٦٢/١، البیہقی ١٣٧/٣، امام مالک فی، الموطا ١٦٣/١) اور اس لفظ کے ساتھ ثم قال وذالك اربعة برد وذالك احب ماتقصر الی فیه الصلاة یعنی پھر امام ابن عباسؓ نے کہا یہ مسافت چار برید ہے اور میرے نزدیک یہ سب سے پسندیدہ مسافت ہے جس میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے۔

عن عطاء قال قلت لابن عباس اقصر الی عرفة فقال لا قلت اقصر الی مر قال لا قلت اقصر الی الطائف والی عسفان قال نعم وذالك ثمانية واربعون ميلا وعقده بيده حضرت عطاء

فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن عباس سے کہا کیا میں مکہ سے عرفہ تک کی مسافت میں قصر پڑھوں؟ تو آپنے فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا مر تک؟ کہا نہیں۔ پھر میں نے پوچھا عسفان اور طائف تک؟ تو آپ نے کہا ہاں اور کہا یہ اڑتالیس میل ہوتا ہے۔ (المصنف ۲/۴۴۵ اور اس اثر کو امام بیہقی نے ۳/۱۳۷ السنن ابن حجر نے تلخیص الحبیر ۲/۴۹ امام شافعی نے الام ۱/۱۶۲ امام البانی نے ارواء الغلیل ۳/۱۴) میں صحیح کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ ابن عباس نے مذکورہ تحدید اپنی طرف سے نہیں کی جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول نہ ہو اور یہ چیزیں قیاس سے ممکن نہیں۔☆ (مغنی المحتاج ۱/۲۶۶)

احناف کے دلائل:

۱۔عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا یحل لامراۃ تومن باللّٰہ والیوم الاخر ان تسافر مسیرۃ ثلاثۃ لیال الا ومعھا ذومحرم (صحیح بخاری مع الفتح ۲/۵۶۵، ومسلم بشرح النووی ۳/۴۸۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی ایسی عورت کے لئے جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ تین راتوں کی مسافت سفر محرم کے بغیر طے کریں۔ (تو اس حدیث میں سفر کی مسافت تین دن سے مقید کیا گیا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ مدت سفر تین دن ہیں کیونکہ اگر اس سے یہ مراد نہ لیا جائے تو اس حدیث میں تین دن کی قید کا کوئی معنی باقی نہیں رہتا اور یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول واذا ضربتم (جو کہ مطلق سفر کا ذکر ہے) کو تین دن کی مسافت کے ساتھ مقید کرتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول: فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر کو بھی مقید بناتا ہے۔ (بدائع الصنائع ۱/۲۸۸)

لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ نہیں ہے کہ سفر کا اطلاق صرف تین دن مسافت پر ہوتا ہے (اور اس سے کم مسافت سفر نہیں کہلاتا ہے) بلکہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ عورت کے لئے تین دن مسافت طے کرنا بغیر محرم جائز نہیں ہے۔

☆ فاضل مصنف کی ترجیح کے پیش نظر اس دلیل کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں "وذلك احب ما تقصر الی فیه الصلاۃ" ایک قرینہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی ذاتی رائے تھی۔ لہذا اس موقوف کو مرفوع کا رتبہ حاصل نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم (ادارہ)

کیونکہ مذکورہ حدیث کے بعض طرق میں (تین دن) کی جگہ (دو دن) اور ایک (شب و روز) کا ذکر بھی آیا ہے۔چنانچہ صحیح مسلم ۴۸۸/۳ میں یہ روایت اس طرح مروی ہے: عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال لا تسافر المراة یومین من الدهر الا ومعها ذو محرم منها اوزوجها حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی بھی عورت زندگی کے دو دن کی مسافت بغیر کسی محرم کے طے نہ کریں۔اور اسی طرح ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے (یوم ولیلة) یعنی ایک دن اور رات کی مسافت' جبکہ دوسری روایت میں (مسیرة یوم) یعنی ایک دن کی مسافت جبکہ تیسری روایت میں (مسیرة لیلة) ایک رات کی مسافت۔ صحیح مسلم میں مروی ہے: ۲۔عن خزیمة بن ثابت عن النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال: المسح علی الخفین للمسافر ثلاثة ایام وللمقیم یوم ولیلة (سنن ابی داود مع عون المعبود ۵۶۶/۱) حضرت خزیمہ بن ثابت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے مسافر کے لئے موزوں پر مسح کرنے کی رخصت تین دن تک ہے اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔

وجہ استدلال: اس حدیث میں (المسافر) میں جو الف لام ہے وہ استغراق کے لئے ہے یعنی جنس مسافر مراد ہے نہ کہ خاص شخص' لہذا اس کا معنی یہ ہے کہ ہر مسافر تین دن مسح کرے۔اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تین دن مسح کرنے کی رخصت تمام مسافرین کے لئے ہے اور اسی رخصت سے نماز کا قصر بھی تعلق رکھتا ہے۔

پس مسافر کے لئے تین دن کی مدت قصر کرنے کے لئے بھی ہونی چاہئے تاکہ سفر کی مدت مسح کرنے کی مدت کے برابر ہو جائے۔اور اگر شرعی سفر کی مقدار اس سے کم ہوتی تو مسافر کے لئے تین دن تک مسح کرنا ہرگز ممکن نہ ہوتا اور یہ مذکورہ حدیث کے معنی سے بھی مخالف ہوتا۔(فتح القدیر ۲۸/۲)

لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مذکورہ حدیث میں (ثلاثة ایام ولیالیهن) کا مقصد مسح کرنے کی اکثر مدت بیان کرنا ہے اور اس سے کم از کم مسافت سفر کے لئے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔(مجموعة الرسائل والمسائل ۶/۲' المغنی ۱۹/۲)

۳۔نماز کا اتمام قطعی دلیل سے ثابت ہے (یعنی متواتر دلیل اور اجماع سے) اور اتمام نماز کا چھوڑنا جائز نہیں ہے جب تک اس جیسی قطعی دلیل نہ ہو۔ تین دن سے کم مسافت میں قصر کرنا موضع اختلاف ہے۔ جبکہ تین دن کی مسافت پر اتفاق ہے۔لہذا تین دن سے کم مسافت میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔(بدائع الصنائع ۲۸۹/۱)

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مسافر کے لئے قصر کرنا قطعی دلیل سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة (النساء/۱۵۱) ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کریں تو نماز قصر کرنے میں تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تمہیں کافروں کے ستانے کا ڈر ہو۔

وجہ استدلال: آیت کریمہ میں (ضربتم) سے مراد زمین میں سفر کرنا ہے اور یہ سفر یہاں مطلق ذکر کیا گیا ہے یعنی تین دن کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ پس یہ ایک دن، دو دن اور اس سے زیادہ کو بھی شامل کرتا ہے۔

نیز آیت میں قصر کرنے کے لئے (خوف) دشمن سے ڈر کی جو شرط لگائی گئی ہے اسے صحیح مسلم کی یہ روایت ختم کر دیتی ہے۔

عن یعلی بن امیة قال قلت لعمر ﴿لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا﴾ فقال عجبت مما تعجبت به فسالت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال صدقة تصدق الله فاقبلوا صدقته۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۷، صحیح مسلم ۱۹۶/۵، ابن ماجہ ۳۳۹/۱، مصنف عبدالرزاق ۵۱۷/۲، طحاوی فی شرح معانی الآثار ۴۱۵/۱)

ترجمہ: یعلی بن امیہؓ سے روایت ہے آپ کہتے ہیں میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے یہ آیت کریمہ بیان کیا ﴿لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة ان خفتم ان یفتنکم﴾ یعنی "تم پر قصر کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے جب تمہیں کافروں کے ستانے کا ڈر ہو۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس چیز سے تم حیران ہو میں بھی اسی پر حیران ہو گیا تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ "یہ ایک صدقہ ہے جو اللہ تعالی نے کیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو۔"

اس سے معلوم ہو گیا کہ قصر کرنا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے (اور یہ دلیل قطعی ہے)

رہا احناف کا یہ قول کہ قصر کے ثبوت کے لئے قطعی دلیل اجماع ہے۔ پس اگر ان کے نزدیک اجماع سے مراد یہ ہو کہ جس نے تین رات سمیت تین دن کی مسافت قطع کی تو وہ قصر کر سکتا ہے۔ تو یہ بات تسلیم شدہ ہے۔

لیکن اگر ان کے نزدیک اجماع سے مراد یہ ہو کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ کم از کم مدت سفر جس میں نماز کا قصر ہوتا ہے وہ تین دن ہے تو یہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ تین دن کو اقل مدت سفر بنانا علماء کے درمیان محل اختلاف ہے چنانچہ اکثر علماء نے اقل مسافت دو دن مقرر کیا ہے۔ (المجموع ۳۲۵/۴)

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنے لئے قرآن وسنت کے مطلق حکم سے دلیل لی ہے اور کہا ہے "جب شارع

نے سفر کے لئے کوئی مسافت متعین نہیں کی تو کسی بھی امتی کے لئے خاص مسافت بیان کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مگر صرف صریح دلیل یا یقینی اجماع کے ساتھ۔ یہاں یہ دونوں مفقود ہیں اور سفر اپنے گاؤں یا شہر یا محل اقامت سے نکلنے کو کہا جاتا ہے اور ضرب فی الارض کا اطلاق لغت میں سفر پر کیا جاتا ہے اور لغت میں اس کا کم از کم اطلاق ایک میل پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جن کا قول لغت میں بھی حجت ہے فرماتے ہیں لو خرجت ميلا لقصرت (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۵، المحلی ۵/۲۷-۲۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں اپنے علاقے سے ایک میل مسافت دور نکل جاؤں تو قصر کروں گا۔

اسی طرح امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی عربی اور نہ کوئی عالم دین ایسا دیکھا ہے جس نے ایک میل سے کم مسافت کو سفر قرار دیا ہو۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام بقیع کی طرف نکل پڑتے تھے تو نہ قصر نہ افطار کرتے تھے۔ لہذا اس جیسے فاصلہ (یعنی میل سے کم) کو سفر نہیں کہا جاتا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام ابن حزم اور ظاہریہ اور حنابلہ اس بات پر موافق ہیں کہ شریعت میں سفر کے لئے کوئی خاص حد وارد نہیں ہے۔ لیکن امام ابن حزم اقل مدت سفر کے تعین میں ان سے مخالف ہو کر فرماتے ہیں کہ اقل مدت سفر ایک میل ہے۔ (جبکہ ظاہریہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اقل مدت سفر کا اندازہ عرف کے لحاظ سے کیا جائے گا)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مذکورہ قول سے ابن حزم رحمہ اللہ کا استدلال ناقابل تسلیم ہے کیونکہ خود ابن عمرؓ کا فعل اس کے مخالف ہے۔ انه كان يسافر البريد فلا يقصر الصلاة یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک برید سفر کرتے لیکن قصر نہیں کرتے تھے۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام قباء اور مدینہ کے اطراف اور احد کی طرف نکل پڑتے تھے اور قصر نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ یہ مواضع مدینہ سے ایک میل سے زیادہ فاصلے پر واقع ہیں۔ (مجموعۃ الرسائل والمسائل ۲/۱۴-۷۹)

اور داؤد ظاہری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا خرج ثلاثة اميال او ثلاثة فراسخ (شعبة الشاك) صلى ركعتين (صحیح مسلم ۵/۲۰۰، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، ابو داؤد ۴/۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۳، مسند احمد ۳/۱۲۹، البيهقى فى السنن الكبرى ۳/۱۴۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ نکل پڑتے (شعبہ راوی کا شک ہے) تو نماز قصر پڑھتے تھے۔

لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصر کرنا اس لحاظ سے نہ تھا کہ کل مسافت سفر

اتنی ہی ہو بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں اتنی مسافت طے کرنے کے بعد قصر شروع کرتے تھے۔ اور اس صورت میں تین میل قصر شروع کرنے کے لئے شرط نہیں ہے کیونکہ قصر کرنے کے لئے شرط گاؤں سے نکلنا ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا فاصلہ کاٹنے سے پہلے قصر کرنے کے محتاج ہی نہیں ہوتے تھے۔ جیساکہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کے لئے روانہ ہوتے تو اگر نماز کا وقت داخل ہوتا تو پہلے نماز پڑھتے تھے اور پھر نکل جاتے تھے۔ تو دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے آپ مدینہ سے کافی دور فاصلہ پر پہنچتے تھے۔ (المجموع ۴/۳۲۸۔۳۲۹)

دلائل ظاہریہ وبعض حنابلہ: کتاب الٰہی وسنت نبوی میں سفر کے احکام مطلق سفر کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور کسی زمانہ یا مسافت کی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۴)

ترجمہ: جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو (اور روزہ نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں وہ گنتی پوری کرے۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: وان کنتم مرضی اوعلی سفر اوجاء احد منکم من الغائط (سورۃ النساء آیت ۴۳)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہوں یا سفر میں ہوں یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو جائے۔

اور فرماتے ہیں واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاۃ (سورۃ النساء آیت ۱۰۱) ترجمہ: اور جب تم مسافر ہوں زمین میں تو نماز قصر کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے المسح علی الخفین للمسافر ثلاثۃ ایام وللمقیم یوم ولیلۃ یعنی مسافر کے لئے موزوں پر مسح کرنا تین دن تک ہے اور مقیم کے لئے ایک دن رات ہے (المجموع ۴ / ۲۲۸، الجامع لاحکام القرآن ۵ / ۳۵۳، بدائع الصنائع ۱ / ۲۸۸، مجموعہ الرسائل والمسائل ۲ / ۲۔۱۵)

لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ قرآن وسنت کے مطلق حکم سے دلیل پکڑنا غیر تسلیم شدہ ہے بلکہ قرآن وسنت میں سفر کے متعلق جو مطلق احکام ذکر ہوئے ہیں انہیں قرآن وحدیث سے واضح دلائل نہ ملنے کی صورت میں صحابہ کرام کے ثابت شدہ اقوال وافعال سے مقید کیا جائے گا۔

ہاں جس مسئلے میں صحابہ کرام سے بھی تحدید وارد نہ ہو تو اسے مطلق سفر پر محمول کیا جائے گا۔ جس طرح کہ عورت کے لئے بغیر محرم سفر کرنے کے بارے میں نہی وارد ہوا ہے۔